ارائیں

تاریخ میں ارائیں قوم کے پس منظر کے متعلق مختلف روایات ہیں لیکن ایک بات جو متفق علیہ اور بعد از تحقیق ثابت ہے وہ یہ ہے کہ یہ قوم عربی النسل ہے اور 92ھ (712ء) میں محمد بن قاسم کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوئی۔

نظریہ الرعی

محمد بن قاسم بنوامیہ کے زمانے میں خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی خلافت کے دوران حجاج بن یوسف کے حکم سے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ اس زمانے میں اسلامی ریاست روز بروز پھیل رہی تھی اور مسلمان جہاں جاتے اسلامی تعلیمات کو پھیلاتے اور اپنے حسن اخلاق و تبلیغ دین سے لاکھوں لوگوں کو مسلمان کرتے۔ اس دور میں اسلامی لشکر جس علاقے کو بھی فتح کرتا وہاں اپنی آبادیاں بھی قائم کرتا۔ اسلامی لشکر میں نہ صرف فوج بلکہ تقریباً تمام شعبہ ہائے زندگی کے لوگ شامل ہوتے کیونکہ فوج کو اس علاقے میں چند دن نہیں بلکہ مہینوں یا سالوں قیام کرنا پڑتا تھا۔ ایک آبادی کے قیام کے لیے جن جن پیشہ ور ماہرین اور کارکنان کی ضرورت ہوتی وہ سب اس لشکر میں ساتھ ہوتے اور خصوصاً ہر لشکر میں تبلیغ دین کے لیے علمائے دین بھی موجود ہوتے کیونکہ فوج کا کام تو صرف علاقہ فتح کرنا ہوتا تھا۔ دین کی تبلیغ کرنا فوج کا نہیں بلکہ علما و صوفیا کا کام تھا۔ قوم ارائیاں کے بزرگ محقق مولوی اکبر علی صوفی جالندھری جنہوں نے اس قوم کے پس منظر پر پہلی بار تحقیق کو کتابی صورت میں "سلیم التواریخ" کے نام سے 1919ء میں شائع کیا، تحقیقاً یہ بات رقم کرتے ہیں "ارائیوں کا تعلق ان عربوں کی نسل سے ہے جنہوں نے محمد بن قاسم کی ہمراہی میں سندھ فتح کیا۔ قوم ارائین کے بزرگ شیخ سلیم الراعی مثل دیگر عربوں کے یزیدی مظالم سے تنگ آکر مدینہ سے ہجرت کر کے شام کی طرف (موجودہ عراق) چلے آئے تھے اور دریائے فرات کے کنارے قیام کر کے عربوں کا آبائی پیشہ گلہ بانی شروع کر دیا۔ اسی گلہ بانی کے سبب شیخ سلیم "الراعی" مشہور ہوئے۔"

"راعی" سے مراد نگہبان ہے جیسا کہ حدیث پاک ہے کہ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ترجمہ: "خبردار رہو تم سب راعی (نگہبان) ہو اور تم سب سے اپنی اپنی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔" گلہ بانی بیشتر انبیاء اور اولیاء کا پیشہ رہا ہے اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہائش کے دوران گلہ بانی کی۔ گلہ بان چونکہ اپنے گلے کا نگہبان ہوتا ہے اس لیے عربی میں "راعی" کہلاتا ہے۔

صوفی اکبر علی صاحب کی تحقیق کے مطابق ارائیں حضرت سلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حضرت حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں اور انہی کا نام "الراعی" ان کی اولاد اور قبیلے کی پہچان بنا جو زمانے کے ساتھ تبدیل ہوتے ہوتے راعین، ارائین اور پھر ارائیں بن گیا۔ شیخ حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ حلیم الراعی محمد بن قاسم کے ساتھ تبلیغ دین کے مقصد سے ہندوستان تشریف لائے۔

حضرت حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ درجات کے حامل تابعی بزرگ ولی ہیں جنہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے ہیں اور "صفہ" ہی تصوف اور فقر کی بنیاد ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باطنی علوم کے حامل اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد شیخ اور ان کے روحانی وارث ہیں۔ سلیم التواریخ کے مصنف نے حضرت شیخ حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ سلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب مولانا محمد خان قند ھاری کی کتاب تذکرۃ الاخوان فی ذکر عمدۃ البیان سے نقل کیا ہے اور اس شجرۂ نسب کے مطابق قوم ارائیاں کے بزرگ حضرت سلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ چھٹی پشت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملتا ہے۔

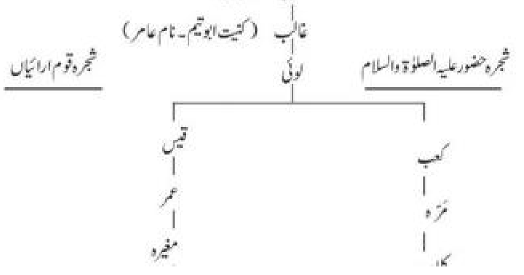

قصی
|
عبدمناف
|
ہاشم
|
عبدالمطلب
|
حضرت عبداللہ
|
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

عبدالدار
|
حارث
|
شیخ سلیم الراعی (ارائیوں کے مورث اعلیٰ)
|
شیخ حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ
|
شیخ حلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ
(محمد بن قاسم کے ساتھ ہندوستان آئے)

شیخ حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ

قوم ارائیاں کے جد شیخ حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ ایک باکمال بزرگ تھے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں ان کے متعلق بیان کرتے ہیں:

ان اولیا اللہ میں ایک بلند مرتبہ کے فقیر اور تمام اولیاء کے امیر ابو حلیم حبیب بن سلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کرام کے درمیان بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگ ہونے کی علامات اور دلائل ہر حال کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نِيَّةُ الْمُؤْمِنْ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ (ترجمہ: مومن کی نیت اس کے اعمال سے بہتر ہے)۔ حضرت حبیب بن سلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ بھیڑ بکریوں کے مالک تھے اور دریائے فرات کے کنارے پر آباد تھے۔ ان کا طریقہ گوشہ نشینی کا تھا۔ ایک بہت بڑے پارسا روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ان کے پاس گیا تو حبیب بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے تھے اور ایک بھیڑیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بکریوں کی حفاظت کر رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس بزرگ کی زیارت کرنی چاہیے کیونکہ میں ان کے اندر کامل ہونے کی نشانی دیکھ رہا ہوں۔ کچھ وقت میں وہاں ٹھہرا یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے میں نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے کہا ''لڑکے تو کس کام کے لیے آیا ہے۔'' میں نے کہا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''اللہ تمھیں خیر و برکت عطا فرمائے۔'' میں نے کہا ''اے شیخ اس بھیڑیے اور بھیڑوں میں موافقت دیکھتا ہوں۔'' آپ نے جواب دیا ''اس لیے کہ بھیڑوں کے چرواہے والے کی اللہ کے ساتھ موافقت ہے۔'' یہ بات کہی اور ایک لکڑی کا پیالہ پتھر کے نیچے رکھا۔ اس پتھر سے دو چشمے نکلے۔ ایک دودھ کا ایک شہد کا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پیالہ بھرا اور مجھے کہا کہ نوش کرو۔ میں نے عرض کیا ''اے شیخ یہ مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح حاصل کیا۔'' حضرت حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''اے لڑکے موسیٰ علیہ السلام کی قوم جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف تھی، اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت کے ساتھ پتھر سے پانی دیا جبکہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مطابقت اور موافقت کرلی ہے تو کیا مجھے پتھر سے دودھ اور شہد نہیں دے سکے گا، اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعلیٰ وارفع ہیں۔'' میں نے شیخ حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا لَا تَجْعَلْ قَلْبَكَ صَنْدُوْقَ الْحِرْصِ وَبَطْنَكَ وِعَاءَ الْحَرَامِ (تو دل کو حرص کا صندوق نہ بنا اور اپنے پیٹ کو حرام کی جگہ نہ بنا)۔ (حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) مخلوق کی ہلاکت انھی دو چیزوں میں ہے اور مخلوق کی نجات بھی انھی دو چیزوں سے نجات میں ہے۔ میرے شیخ کامل حضرت حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی روایات بیان کرتے تھے لیکن میرے پاس وقت میں تنگی ہے کہ میں اس سے زیادہ کچھ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میری کتابیں غزنی میں رہ گئی ہیں۔ اللہ ان کو محفوظ و مامون رکھے۔'' (کشف المحجوب۔ صفحہ 181-182 ترجمہ: مولانا میاں رمضان علی دسمبر 2007۔ علم و عرفان پبلیشرز لاہور)

انھی کامل ولی حضرت حبیب الراعی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ حلیم الراعی کو محمد بن قاسم اپنے لشکر میں مع ان کی اولاد اور قرابتی رشتہ داروں کے، تبلیغ دین کے مقصد کی تکمیل کے لیے ساتھ لے کر سندھ کے راستے ہندوستان میں داخل ہوا۔ چار سال محمد بن قاسم ہندوستان میں فتوحات حاصل کرتا رہا اور عرب بھی اس کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ جب عرب یہاں آباد ہونے لگے اور حالات بھی آباد کاری کے لیے کافی سازگار معلوم ہوئے تو ان کے اہل خانہ بھی یہیں آگئے۔

بنو اُمیہ کے حاکم ولید بن عبدالملک اور حجاج بن یوسف کی وفات کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے حکومت سنبھالی۔ وہ حجاج بن یوسف اور اس کے جرنیلوں کا سخت مخالف تھا اور اس کے ساتھی جرنیلوں کو سخت سے سخت سزائیں دے رہا تھا۔ اس نے محمد بن قاسم کو ہندوستان سے واپس بلوالیا اور سخت اذیتیں دے کر مروا دیا اور اس کے ساتھ ہندوستان جانے والے عربوں کو حکم دیا کہ واپس ہرگز نہ آئیں۔ اس طرح ایک طرف تو ہندوستان میں فتوحات کا سلسلہ رک گیا دوسری طرف سندھ میں آباد عربوں کو سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ تاریخ ذکائی میں درج ہے ''جو عرب یہاں آئے ان کو یہاں آگے بڑھنا مشکل تھا ویسا ہی وطن میں پیچھے جانا دشوار تھا۔'' تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ان لوگوں کی نسبت یہ حکم دیا ''جہاں چاہو محنت مزدوری کرو اور زمین بوؤ جوتو۔ ملک عرب (عراق) میں تمہارے واسطے جگہ نہیں۔'' یوں شیخ حلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزندوں نے دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ روزی کے حصول کے لیے اس زمانہ کا اعلیٰ ترین پیشہ کاشت کاری اختیار کر لیا۔ یہ قدیم کہاوت اس کی نشاندہی کرتی ہے:

اتم کھیتی، مدھم بیوپار، نکھد چاکری بھیک دوار

یعنی سب سے اعلیٰ پیشہ کاشت کاری ہے اس سے کمتر کاروبار ہے اور سب سے کمتر نوکری ہے جو بھیک مانگنے کے مترادف ہے۔

نظریہ الراعی پر اعتراضات

سلیم التواریخ میں پیش کئے گئے صوفی اکبر علی صاحب کے قوم ارائیں کے جد اعلیٰ حلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہندوستان آنے کے متعلق مندرجہ بالا نظریے پر دیگر محققین کے اعتراضات اور ان کے نظریات کا جائزہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

قوم ارائیں کی تاریخ پر دوسری تحقیق علی اصغر چوہدری صاحب نے ''تاریخ ارائیاں'' کے نام سے 1963 میں شائع کی جس میں انھوں نے صوفی اکبر علی کے نظریہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تو لوئی کی نویں پشت ہیں اور شیخ سلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی پشت جبکہ شیخ سلیم الراعی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بعد کا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ نویں پشت پہلے پیدا ہو جائے اور چھٹی پشت بعد میں۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ بات یوں ممکن ہے کہ جس پشت میں اولادیں جلدی پیدا ہوں اور پھر ان کی شادیاں بھی کم عمر میں ہوں اور پھر ان کی اولادیں جلدی پیدا ہوں اور پھر ان کی شادیاں بھی جلدی ہوں اور یوں ہی چلتا رہے تو یہ نسل تیزی سے آگے بڑھے گی اور اس کی پشتیں کم وقت میں زیادہ تبدیل ہوں گی۔ اس کے برعکس جس پشت میں دیر سے شادیاں ہوں اور دیر سے اولادیں ہوں وہ سست روی سے آگے بڑھے گی۔ اسی طرح

ایک ہی باپ کے سب سے بڑے بیٹے کی اولاد میں پشتیں اسی باپ کے سب سے چھوٹے بیٹے کی اولاد کی پشتوں سے زیادہ جلد تبدیل ہوں گی اور زیادہ تیزی سے بڑھیں گی۔ آج بھی ہمارے اردگرد ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اس لیے یہ اعتراض موزوں نہیں۔ کیونکہ اگر ہم قبیلہ قریش سے ہی اس کی مثال لیں تو حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث بن مطلب اور اُن کے بھائی حضرت طفیل اور حضرت حصین رضی اللہ عنھم جو اولین و سابقین میں سے ہیں ساتویں پشت سے ہیں اور حضرت عبدالمطلب کے بڑے فرزند حضرت حارث بن عبدالمطلب کے فرزند نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو نویں پشت سے ہیں اپنے چچاؤں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے عمر میں دو سال بڑے ہیں یعنی نویں پشت آٹھویں پشت سے عمر میں دو سال بڑی ہے۔ خود سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمن مدظلہ الاقدس کے والد عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ اپنے بہن بھائیوں میں سے بڑے تھے لیکن اُن کی اولاد عمر میں سب کی اولاد سے چھوٹی ہے۔

دوسرا اعتراض انہوں نے یہ کیا کہ انہوں نے کافی تحقیق کی لیکن انہیں محمد بن قاسم کی فوج میں علیم الراعی نام کے کسی سردار کا ذکر نہیں ملتا۔ اس سلسلے میں وہ سندھ کی تاریخ ''چچ نامہ'' اور ایک دوسری کتاب ''آئینہ حقیقت نما'' کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔

اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ''چچ نامہ'' کوئی مکمل تاریخ نہیں۔ جو کچھ حقائق مصنف کو دستیاب ہوئے وہ لکھ دیے اور جو موجود ہونے کے باوجود اس وقت مل نہ سکے انہیں اپنی کتاب میں نہ لکھا۔ ایک شخص کی تحریر کردہ تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔ دوسری کتاب ''آئینہ حقیقت نما'' کی مثال بھی ایسی ہے۔ دوسرا یہ کہ محمد بن قاسم کے لشکر میں کم از کم بارہ ہزار افراد شامل تھے۔ ان سب افراد کے نام تو کسی تاریخ کی کتاب میں نہیں لکھے ہوں گے۔ البتہ فوج کے بڑے بڑے کمانڈروں اور جرنیلوں کا تذکرہ ضرور مل جائے گا۔ جبکہ علیم الراعی محمد بن قاسم کے ساتھ کمانڈر یا جرنیل کی حیثیت سے نہیں بلکہ مبلغ دین کی حیثیت سے ہندوستان آئے۔ مسلمان بادشاہوں اور جنگوں کے بارے میں لکھی ہوئی تواریخ صرف ان بادشاہوں اور جنگی کمانڈروں کے گرد ہی گھومتی ہیں۔ اس میں کسی ولی اللہ، صاحب شریعت عالم کا نام تک نظر نہیں آتا۔ برصغیر اولیا کرام کے مزارات سے بھرا پڑا ہے لیکن برصغیر کی تاریخ کی کوئی بھی مستند کتاب اٹھا کر دیکھ لیں چند اولیا کرام کے سوا کسی کا ذکر نہیں ملے گا۔ اولیا کرام اور علمائے حق کے بارے میں مطالعہ کے لیے ان پر خصوصاً تحریر کی گئی دوسری کتب کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ شیخ علیم الراعی رحمتہ اللہ علیہ ایک مستند اور کامل اکمل ولی اللہ شیخ حبیب الراعی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند تھے اور ولی کامل بھی ایسے جن کا تذکرہ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔ جس طرح آج بھی فوج میں مذہبی فرائض کی ادائیگی اور تربیت کے لیے علما تعینات کیے جاتے ہیں اُس زمانہ میں بھی اولیا اور علما فوج میں شامل ہوتے تھے۔ اولیا کرام افواج کی باطنی تربیت، باطنی امداد اور نئے مفتوحہ علاقہ میں دعوت و تبلیغ کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ شیخ حبیب الراعی رحمتہ اللہ علیہ کامل ولی تھے ان کے فرزند بھی علم باطن کے عالم ہوں گے اور انہیں فوج میں دعوت و تبلیغ، باطنی امداد اور افواج کی مذہبی تربیت کے لیے رکھا گیا ہوگا اور یہ کام انہوں نے خمول و گمنامی میں رہ کر کیا ہوگا۔ اولیا کرام یوں بھی شہرت کے خواہاں نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا تذکرہ تاریخ کی کتب میں نہیں ملتا۔ لیکن محمد بن قاسم کے ساتھ بہت سے اولیا کرام سندھ تشریف لائے اس کا ثبوت یہ حقیقت ہے کہ سندھ کے مختلف شہروں میں شہیدوں اور اولیا اللہ کی ایک لاکھ قبریں ہیں۔ (بحوالہ قاری سید میراں شاہ)

نظریہ اریحائی

شیخ علیم الراعی رحمتہ اللہ علیہ کا نام محمد بن قاسم کی فوج میں نہ ملنے کی بنا پر ''تاریخ ارائیاں'' کے مصنف علی اصغر چوہدری ارائیں قوم کے متعلق اپنی تحقیق کے مطابق یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ ارائیں شام کے علاقے ''اریحا'' سے محمد بن قاسم کے ساتھ آنے والے عرب جنگجو ہیں:

• حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شام کے گورنر تھے تو انہوں نے دمشق کے قریب ''اریحا'' نامی ایک قدیم شہر میں فوجی چھاؤنی کی بنیاد رکھی اور دمشق کے اس طرف کھلنے والے دروازے کو باب اریحا کا نام دیا جو آج بھی اسی نام سے منسوب ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس چھاؤنی میں عرب کے جنگجو، جن کا تعلق قریش اور عرب کے مختلف قبیلوں سے تھا، لا کر آباد کیئے اور یہی جنگجو عرب محمد بن قاسم کے ساتھ ہندوستان میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے اور اریحائی کہلائے جو بعد میں اراعین اور پھر بگڑ کر ارائیں بن گیا۔ ''جنت السندھ'' میں ہے:

''سندھ پر جس عربی لشکر (یعنی محمد بن قاسم) نے حملہ کیا اس میں عراقی، شامی، یمنی اور حجازی افسر تھے۔ ان میں کئی ایسے بزرگ تھے جنہوں نے صحابہ کرامؓ کی مبارک صحبتوں سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس لیے ان میں ایمانی روح تھی۔ اس لشکر میں قریش، بنوامیہ، بنو کلب، بنو قیس، بنو اسد، بنو تمیم، بنو سلیم، ربیع، شیبانی، عمانی، ازدی، یمن اور حجاز کے شریف لوگ شامل تھے جنہوں نے یرموک اور مدائن جیسے خونریز معرکوں میں قیصر و کسریٰ کی عظمت کو خاک میں ملا دیا تھا۔'' (تاریخ ارائیاں 1977۔ صفحہ 69)

آئینہ حقیقت نما کے مصنف اکبر شاہ نجیب آبادی بھی ارائیوں کو اریحا کے سرداروں کی نسلیں قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''اوپر کئی جگہ محمد بن قاسم کے ہمراہیوں کا ذکر آچکا ہے کہ وہ شامی اور عراقی گروہوں پر مشتمل تھے شامی لوگ سب سے زیادہ با اعتماد اور خلافت بنوامیہ کے حامی اور ہمدرد تھے۔ یہ عموماً بنی امیہ اور حجازی (قریش) تھے۔ ان لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ملک شام کے شہر اریحا میں آباد تھی اور حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کے ساتھ جو فوج بھیجی اس میں ایک معقول تعداد اریحا کے باشندوں کی تھی۔''

نظریہ اریحائی پر اعتراضات

پشت در پشت ارائیں بزرگوں کے ذریعے منتقل ہونے والے علم کے مطابق ارائیں قوم ''الراعی'' نظریہ کی حامی ہے۔ جتنے بھی ارائیں قوم کے اخبارات و رسائل شائع ہوتے رہے ہیں مثلاً ہفت روزہ الراعی، راعی گزٹ، اخبار الراعی، ماہنامہ الراعی لاہور، ماہنامہ الراعی انٹرنیشنل لندن اور مصنف کاروان ارائیاں کے مطابق انجمن ارائیاں پاکستان (رجسٹرڈ) بھی راعی کے نظریہ کو ہی درست تسلیم کرتی ہے۔

اریحائی نظریہ کو قبول کرنے میں یہ دقت پیش آتی ہے کہ اریحا ایک فوجی چھاؤنی کا نام ہے جس میں تمام عرب قبائل کے جنگجو ملازمت اختیار کیئے ہوئے تھے۔ عربوں کی ایک خصوصیت ہے کہ وہ اپنا قبیلہ اور قبیلے سے تعلق کو کبھی نہیں بدلتے اور قریش تو ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مختلف قبائل کے عربوں پر مشتمل ایک فوج نے ایک چھاؤنی میں رہائش کی وجہ سے اپنا تعلق اپنے قبیلے سے توڑ کر خود کو اریحائی کہلانا شروع کر دیا ہو۔ قریش کا کوئی فرد نہ خود ایسا کرے گا نہ ہی اپنی اولاد کو ایسا کرنے کی تلقین کرے گا۔ یوں بھی مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کے ہجوم سے قوم نہیں بنتی بلکہ قوم کا تعلق تو صرف ایک قبیلہ اور ایک بزرگ کی اولاد اور اس سے چلنے والی نسل سے ہوتا ہے۔ ارائیں قوم نے تو ہمیشہ اپنی انفرادیت قائم رکھی ہے۔ ہندوستان آمد کے بعد بھی وہ کسی دوسری قوم کو نہ اپنے اندر ضم کر سکی نہ خود کسی دوسری قوم میں ضم ہوئی اور نہ اب تک کسی دوسری قوم کو اپنے میں جذب کرتی ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ تیرہ سو سال پہلے یہ مختلف قوموں کے امتزاج سے بنی ہوگی جو صرف ایک مقام اریحا پر اکٹھے ہو گئے تھے۔

پھر دیگر عربی اقوام جو سندھ میں آباد ہیں اور محمد بن قاسم کے لشکر میں شامل تھے وہ کیوں ارائیں نہ کہلوائے اور انہوں نے اپنی علیحدہ شناخت کیوں برقرار رکھی مثلاً تمیمی (یمنی)، ثقفی بنی مغیرہ، ہبّار، طائی، حارث سعدیہ، الطلبیہ، انصاری، صدیقی، فاروقی، عباسی، قریشی، سکھر کے قاضی، شیخ، مخدوم، پیر سید، اخوند علوی وغیرہ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اریحائی نظریہ حقیقت کے برعکس ہے۔

نظریہ ''آل ذو رعین''

جناب منشی ابراہیم صاحب مختارانبالوی اپنی کتاب آل ذوریعین مطبوعہ 1922ء میں ارائیوں کے متعلق یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ ارائیں دراصل قحطانی عرب ہیں اور ''پریم ذوریعین'' کی اولاد ہیں جو1352 قبل مسیح پیدا ہوا۔ اس کے چچا کی اولاد میں حارث نامی ایک شخص کے زمانہ سے قوم راعین ہندوستان پر حملہ آور ہوتی رہی یعنی اسلام سے تقریباً 2000 سال پہلے سے ہندوستان آنا شروع ہوئی اور پھر زمانہ اسلام میں بھی اسلامی لشکر کے ساتھ آتی رہی۔ یہی لوگ رعین سے راعین اور پھر ارائیں کہلائے۔ اس قوم میں سے نعمان ذوریعین 633ء میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامہ مبارک پڑھ کر مسلمان ہوا۔ وہ اس وقت یمن کے ایک حصہ کا فرمانروا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے بھائی نعیم بن عبد کلال ذوریعین اور حرث بن عبد کلال بھی اسلام لائے۔ نعمان ذوریعین کا نامہ، جو اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا جس میں اسلام قبول کرنے کا اقرار تھا اور اس خط کا جواب جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعمان کو لکھا، تاریخ میں محفوظ ہے۔ آل ذوریعین کا شجرۂ نسب اس طرح سے ہے:

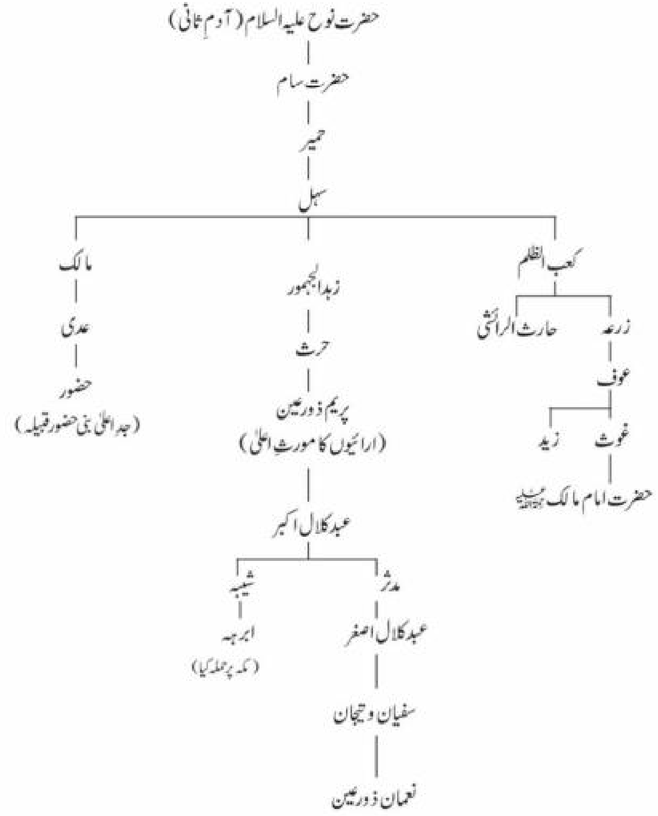

(633ھ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامہ مبارک پڑھ کر مسلمان ہوا)

اس تحقیق کو قبولیت حاصل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نہ تو ظہور اسلام سے قبل عربوں کا ہندوستان پر حملہ آور ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی محمد بن قاسم کے لشکر میں آل ذوریعین کا شامل ہونا۔ لیکن اگر اس تحقیق کو درست مان بھی لیا جائے تو بھی ارائیں عربی النسل ثابت ہوتے ہیں۔

ارائیں قوم کے بارے میں چند اور نظریات

کچھ لوگوں نے محض اپنے تصورات کی وجہ سے خیالی نظریات پیش کیے جو قبولیت کا درجہ حاصل نہ کر سکے کیونکہ ان کی بنیاد ٹھوس حقائق، شواہد اور تحقیق پر مبنی نہ تھی۔

(۱) ''ارائیں آریا نسل سے ہیں'' کا نظریہ محض دونوں لفظوں میں صوتی مماثلت کی وجہ سے پیش کیا گیا یا پھر جرمنی میں پاسپورٹ کے خانہ میں ARAIN لکھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے جرمنی میں ارائیوں کی آریا سمجھ کر بڑی پذیرائی ہوتی تھی۔ لیکن تاریخ اس نظریے کے حق میں کوئی بھی شہادت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آریا جرمن علاقہ رائن سے آئے تھے، تمام تاریخ دان اس سے متفق ہیں لیکن کسی بھی مستند تاریخ دان نے ارائیں کو آریا سے منسلک نہیں کیا۔

(۲) ارائیں ایرانی ہیں کا نظریہ بھی محض صوتی مماثلت کی وجہ سے پیش کیا گیا۔ ایران سے جو اقوام ہجرت کرکے ہندوستان آئی ہیں ان کا رہن سہن ارائیں قوم سے بالکل مختلف ہے اور تاریخی لحاظ سے بھی یہ ایک بودا نظریہ ہے۔

(۳) اپریل 1962ء میں سندھ کے محمد حنیف مہر کا ٹھیلوی نے رسالہ ''خادم وطن'' میں نظریہ پیش کیا کہ ارائیں سبزیاں اگاتے ہیں اور یہودیوں نے بھی من و سلویٰ چھوڑ کر سبزیوں کی خواہش کی تھی اس لیے ارائیں یہودی نسل ہیں۔ اس نظریہ کے رد میں یہ کہنا کافی ہے کہ کیا برصغیر اور پوری دنیا میں صرف ارائیں اور یہودی ہی سبزیاں اگاتے ہیں؟ فرض کریں کچھ دیر کے لیے اس کو درست مان بھی لیا جائے تو یہودیت نسلی مذہب ہے اور یہودی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہیں اور انبیا سابقہ کا خون ہیں۔ اگر یہ حقیقت ہوتی کہ ارائیں بنی اسحاق یا بنی اسرائیل سے ہیں تو یہ ارائیں قوم کی عظمت ہوتی کہ وہ نہ صرف انبیاء سابقہ کی اولاد ہیں بلکہ یہ یہود میں سے وہ حق پرست گروہ ہے جو امام الانبیا، خاتم النبیین، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا۔ بہت سے جید صحابہ کرام اور اُم المومنین حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا بھی تو قوم یہود سے مسلمان ہوئے تھے۔ اگر یہ نظریہ درست ہوتا تو یہ نظریہ تو ارائیوں کے لیے فخر کا موجب ہوتا نہ کہ ندامت کا۔

(۴) ارائیوں کے متعلق یہ نظریہ بھی غلط ہے کہ ارائیں راجپوت ہیں، اگر ایسا ہوتا تو کوئی ارائیں تو راجپوت کہلاتا۔ نہ اس بات کے لیے تاریخی حوالہ موجود ہے اور نہ ہی کسی ارائیں نے کبھی خود کو راجپوت کہلایا۔

(۵) ''ارائیں ہندی قوم ہیں'' کا نظریہ بھی بالکل ناقابل قبول ہے کہ آج تک کسی غیر مسلم ہندوستانی نے اپنے آپ کو ارائیں کلیم نہیں کیا۔ 1881ء کی مردم شماری (جس کی تحریری رپورٹ محفوظ ہے) میں تمام ارائیں مسلمان ہیں۔

(۶) لندن سے صوبیدار میجر (ر) محمد شریف نے ایک الگ اور انوکھا نظریہ تخلیق کیا۔ انھوں نے بنو سامہ قبیلہ کی تین شاخوں کا ذکر کیا (1) ابراہہ سامہ (2) شیخ سامہ (3)

اراعین سامہ۔ انھوں نے ارائیوں کو اراعین سامہ کی اولاد قرار دیا۔ لیکن اس کے لیے نہ کوئی تاریخی ثبوت موجود ہے نہ کوئی قابل قبول جواز۔ اس لیے یہ نظریہ بھی مؤرخین نے رد کر دیا۔

ارائیں قوم کے متعلق تمام معروف اور غیر معروف نظریات کو تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین اس قوم کے تاریخی پس منظر سے اچھی طرح آگاہ ہو جائیں۔ تمام بحث اس بات پر منتج ہوتی ہے کہ اس بات سے اگرچہ انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ارائیں قوم کے نسب نامہ کے بارے میں اختلاف اور الجھاؤ موجود ہے لیکن جو حقائق مسدقہ اور مسلمہ ہیں وہ یہ ہیں کہ ارائیں عربی النسل ہیں اور اگر نظریہ الراعی کو درست تسلیم کر لیا جائے تو ارائیں قریش سے ہیں اور محمد بن قاسم کے ساتھ ہندوستان آئے اور یہیں آباد ہو گئے۔